ہو۔ میں نے آپ کو کب روٹی کھلائی میں تو خود محتاج ہوں" اس پر بابا نے جواب دیا کیا تم نے اپنے دروازے پر کتے کو روٹی نہیں کھلائی۔ میں ہی وہ کتا تھا۔ میں ہی تو تمام جانداروں میں موجود ہوں۔ اس پر مسز شریمتی تر کھڈ کے آنسو نکل آئے اور وہ اُن کے قدموں پر گر پڑیں۔

سبق

خدا کو سبھی جانداروں میں دیکھو۔ اُپنشد، گیتا اور بھاگوت ہمیں یہی سبق دیتے ہیں کہ خُدا کو اُس کی ساری مخلوق میں تلاش کرو۔ بابا نے دراصل ہمیں یہ بتایا ہے کہ کس طرح اُپنشد کی تعلیمات کو عملی شکل دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ بابا اُپنشد کی تعلیمات کے سچے مُبلغ ہیں۔

کریاکرم (سالانہ رسومات) کرنے کے لیے شرڈی جانا چاہتا تھا۔ جانے سے پہلے وہ شری اور شریمتی ترکھڈ کے ملنے باندرہ بمبئی آیا۔ شریمتی ترکھڈ اس کے ہاتھ کوئی چیز بابا کو بھیجنا چاہتی تھیں۔ اس نے سارا گھر چھان مارا لیکن اُسے وہاں سوائے ایک پیڑے کے کوئی چیز نہ ملی جسے وہ بابا کو بھیج سکیں۔ یہ پیڑا بھی پہلے ہی بھینٹ چڑھایا جاچکا تھا۔ گوبند ماتم کی حالت میں تھا پھر بھی بابا کے تئیں محبت کی وجہ سے اس خاتون نے اس کے ہاتھ وہ پیڑا بھیج دیا۔ اس اُمید سے کہ بابا اُسے قبول کر کے کھائیں گے۔ گوبند شرڈی پہنچ کر بابا سے ملا لیکن وہ پیڑا ساتھ لے جانا بھول گیا۔ جس ٹھکانے پر اس نے قیام کیا تھا۔ پیڑا وہیں رہ گیا تھا۔ بابا نے کچھ کہا نہیں بس انتظار کرتے رہے۔ جب دوپہر میں وہ پھر پیڑا ساتھ نہ لے گیا تو بابا سے نہ رہا گیا۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ اُن کے لیے کیا لایا ہے۔ کچھ بھی نہیں اس نے کہا کیا شریمتی ترکھڈ نے میرے لیے تمہارے ہاتھ پیڑا نہیں بھیجا ہے؟ اب لڑکے کو یاد آیا وہ بہت شرمندہ ہوا اور بابا سے معافی مانگی۔ اب وہ بھاگا بھاگا لاج سے پیڑا لے آیا اور اُسے بابا کو پیش کیا۔ بابا اُسے یکدم مُنہ میں ڈال کر نگل گئے۔ اس طرح شریمتی ترکھڈ کی محبت کے تحفہ کے طور پر بابا نے اُسے قبول کرلیا اور کہا لوگ جس طرح مجھ پر یقین رکھتے ہیں اُسی طرح میں انھیں قبول کرتا ہوں۔

بابا کے شاندار رُوپ میں کُتّے کو کھانا کھلایا گیا

ایک دن شریمتی ترکھڈ شرڈی میں کھانا بنارہی تھیں۔ جب دوپہر کا وقت آیا تو انھوں نے دیکھا کہ اُن کے دروازے پر ایک کُتا بیٹھا ہوا ہے۔ مسز ترکھڈ نے اُسے خوب روٹی کھلائی۔ کُتّے نے بھی روٹی بڑے مزے سے کھائی۔ دُوپہر کو جب وہ "دوار کا مسجد شریف" میں آئیں تو بابا نے ان سے کہاماں تم نے مجھے سویرے جو روٹی کھلائی ہے میں اس کے لیے تمہارا احسان مند ہوں۔ مسز ترکھڈ بڑی حیران ہو کر بولیں۔ "بابا یہ کیا کہتے

شریمتی ترکھڈ کی بھگتی

جو شخص شردھا سے بابا کو کوئی چیز پیش کرتا ہے وہ خلوص سے اُس کو قبول کرتے ہیں۔ بھگتی اور شردھا قسم قسم کی ہوتی ہے۔ بھگت لوگ اپنی اپنی فطرت کے مطابق اپنی تمناؤں کی تکمیل کرتے ہیں اور اسی طرح یگیہ، تپ اور دان بھی بھگتی ہی کی اقسام ہیں۔ مسز ترکھڈ نے تین اشیاء پیش کیں:-

(1) مصالے اور دہی کے ساتھ تلے ہوئے بینگن (2) گھی میں پکائے ہوئے گول گول بینگن کے قتلے (3) مٹھائی کے پیڑے۔ آیئے دیکھتے ہیں بابا نے انھیں کس طرح قبول کیا۔

ایک بار باندرا ممبئی کے "مسٹر رگھبیر بھاسکر پُرندرے" جو بابا کے زبردست پوجاری تھے اپنے اہلِ و عیال کے ساتھ شرڈی کے لیے روانہ ہوئے۔ مسز ترکھڈ نے مسز پُرندرے کے پاس جاکر انہیں دو بینگن دے کر یہ کہا کہ وہ جب شرڈی جائے تو ایک بینگن کا بھرتا بنا کر بابا کو کھلائے۔ مسز پُرندرے جب شرڈی پہنچی تو وہ بھرتے کے پلیٹ بنا کر مسجد میں گئی۔ بابا اس وقت کھانا کھانے ہی والے تھے۔ بابا نے بھرتے کو بہت مزیدار پایا۔ چنانچہ بابا نے اُسے سب میں تقسیم کر کے کچاریا بینگن لانے کے لیے کہا۔ رادھا کرشنا مائی کو پیغام بھیجا گیا کہ بابا کچاریا بینگن کا بھرتا کھانا چاہتے ہیں۔ وہ اس مُشکل میں پڑ گئی کہ وہ موسم بینگوں کا نہیں تھا۔ بینگن کیسے حاصل کئے جائیں یہ مسئلہ در پیش تھا۔ جب یہ پوچھا گیا کہ بُھرتا کون بنا کر لایا ہے تو مسز پُرندرے کے ذمے ہی یہ کام بھی کیا گیا کہ وہ کچاریا بنا کر لائے۔ تب اس بات کی اہمیت سب کو معلوم ہوئی کہ بابا کیوں کچاریا بینگن کے بارے میں دریافت کر رہے تھے۔ سب لوگ بابا کی بھرپور معلومات کو دیکھ کو حیران و ششدر تھے۔

دسمبر 1915ء کی بات ہے کہ ایک لڑکا جس کا نام گوبند بالا رام مانکر تھا اپنے پتا کا

شام کو اور دُوسرے روز بھی یہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک طریقے سے انجام پایا۔
سوموار تو کام کا دن تھا وہ بھی ٹھیک طرح سے بسر ہوا۔ مسٹر ترکھڈ نے اس طرح پہلے بھی پوجا نہیں کی تھی۔ انھوں نے یہ دیکھ کر کہ سب کچھ بیٹے کے وعدے کے مطابق ہو رہا ہے اپنے اندر خاصا اعتماد و بھروسہ پایا۔ اگلے منگلوار کو انھوں نے صبح کی پوجا معمول کی طرح انجام دی اور کام پر چلے گئے۔ دوپہر کو گھر لوٹ کر انھوں نے دیکھا آج وہ پرساد نہیں لائے تھے۔ انھوں نے اپنے نوکر سے پوچھا جس نے بتایا کہ اُس دن کوئی پرساد نہیں چڑھایا گیا تھا۔ اس پر انھوں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر بابا کے ٹھاکر دوارے کے سامنے سجدہ کیا۔ اپنی غلطی کے لیے معافی مانگی ساتھ ہی بابا سے شکایت بھی کی کہ انھوں نے اس سارے معاملے کو ایک "ڈرل" بنا ہی دیا تھا۔ تب اُنھوں نے اپنے بیٹے کو خط میں یہ سب کچھ لکھ ڈالا اور بابا سے معافی مانگنے کے لیے کہا۔ یہ واقعہ باندرا میں منگل کی دوپہر کو ہوا۔

اُس دن اُسی وقت جب شرڈی میں دوپہر کی آرتی شروع ہونے والی تھی بابا نے ترکھڈ کی بیوی سے کہا۔

"ماتا میں تمہارے باندرا والے گھر گیا تھا۔ اس مقصد سے کہ وہاں کچھ کھاؤں گا لیکن میں نے دروازے پر تالا پڑا ہوا پایا۔ میں کسی نہ کسی طرح اندر داخل ہوا پر یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ آپ کے شوہر نے ترکھڈ صاحب میرے کھانے کے لیے کچھ نہ چھوڑا تھا۔ چنانچہ میں وہاں سے بھوکا ہی لوٹا ہوں۔"

عورت کو کچھ بھی سمجھ نہ آیا۔ پر بیٹے کو جو قریب ہی تھا سب کچھ سمجھ میں آ گیا کہ پوجا کرنے میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ چنانچہ اس نے بابا سے درخواست کی کہ وہ اُسے گھر جانے دیں۔ بابا نے انکار کیا لیکن اُسے وہیں پوجا کرنے کی اجازت دے دی۔ تب بیٹے نے باپ کو خط میں وہ سب کچھ لکھ بھیجا جو اس کے ساتھ شرڈی میں ہوا تھا اور اس نے باپ سے درخواست کی کہ بابا کی پوجا کو نظر انداز نہ کریں۔

بھگتوں کے تجربات

اب ہم ایک دلچسپ موضوع سے متعلق بات کرتے ہیں۔ بھگوان کرشن گیتا کے نویں ادھیائے کے چھبیسویں شلوک میں فرماتے ہیں کہ "پاک دل رکھنے والا جو بھی بھگت پھل یا خالی پانی مجھے پیش کرتا ہے، میں اُس مقدس پیش کش کو قبول کر لیتا ہوں"۔ اگر کوئی بھگت بابا کو کچھ پیش کرنا چاہتا اور پھر وہ بھول جاتا تو بابا اُسے یاد کرا کے وہ چیز پیش کراتے اور پھر وہ اُسے قبول کر کے اُسے دُعا دیتے۔ کچھ مثالیں نیچے پیش کی جا رہی ہے۔

بابا کس طرح ترکھڈ خاندان سے لگاؤ رکھتے تھے

رام چند آتما رام عرف بابا صاحب ترکھڈ پہلے پرارتھنا سماجی تھے۔ اُنہوں نے اور ان کے گھر والوں نے خود کو سائی بابا کے لیے وقف کر دیا تھا اور وہ اُن کے سچے پریمی اور بھگت تھے۔ ایک بار یہ تجویز رکھی گئی کہ اُن کے فرزند اپنی والدہ کے ساتھ شرڈی جا کر مئی کی چھٹیاں گزاریں۔ ان کا فرزند یہ کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کیوں کہ اُسے یہ خدشہ تھا کہ اگر وہ گھر سے چلا گیا تو گھر میں سائی بابا کی عبادت ٹھیک سے نہیں کی جائے گی کیوں کہ اس کے والد پرارتھنا سماجی تھے جو کسی تصویر کے سامنے عبادت نہیں کرتے تھے۔ تاہم اُن کے والد نے قسم کھا کر اُسے یقین دلایا کہ وہ اُسی طرح عبادت کریں گے جس طرح وہ خود کرتا تھا۔ اس پر اُن کا بیٹا اور بیوی شرڈی چلے گے۔

دُوسرے دن سنیچر وار کو ترکھڈ صاحب نے صبح سویرے اُٹھ کر پہلے اشنان کیا پوجا کرنے سے پہلے وہ بابا کے ٹھاکر دوارے کے سامنے سجدہ کر کے کہنے لگے۔

"بابا میں بالکل اسی طرح پوجا کرنے جا رہا ہوں جس طرح میرا بیٹا کرتا رہا ہے لیکن خُدارا اس کو میری رسمی ورزش (ڈرل) نہ بننے دینا" یہ کہہ کر انھوں نے پوجا کی اور تشکر کا پرساد چڑھایا۔ اس پرساد کو دوپہر کے کھانے کے وقت تقسیم کیا گیا۔

گھوڑے ڈر کر تیز بھاگنے لگے۔ تانگہ اُلٹ گیا، وہ شخص نیچے گر پڑا۔ اور کچھ دُوری تک اس کے ساتھ گھسٹتا چلا گیا جس سے وہ بُری طرح زخمی ہو گیا۔ اس طرح یورپی سیاح کو کئی دن کوپر گاؤں کے اسپتال میں رہنا پڑا۔

باباکے معتقدین اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ باباکی ہدایات کی پیروی کرنے والے محفوظ رہتے ہیں اور جو نہیں کرتے وہ نقصان اُٹھاتے ہیں۔

بھکاری بننے کی ضرورت

کچھ لوگوں کے دِل میں سوال پیدا ہوا کہ اگر بابا اتنے اُونچے درجے کے سائی تھے تو انھیں گھر گھر جاکر بھیک مانگنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

حقیقت کو پانے کا یہی راستہ ہے کہ جب من کا پردہ ہٹ جاتا ہے تو وہ خود بخود آشکار ہو جاتی ہے۔ جس نے اپنے اور پرائے کو یکساں مانا جس نے دن اور رات میں کوئی فرق نہ سمجھا، جس کا دل دوئی سے آزاد ہے، ہندو شاستروں کے مطابق وہ آدمی جس نے دُنیا کی ہر چیز پائی ہے اور جس کو کسی اولاد، دولت اور شہرت کی خواہش نہیں، اُسے بھیک مانگنے کی اجازت ہے۔ سائی بابا نہ ہی گرہستی تھے اور نہ ہی اُن کو لالچ تھا کہ وہ بھیک مانگ کر خود کھائیں۔ باباکا من آئینے کی طرح صاف اور شفاف تھا۔ بابا نے یہ تینوں چیزیں چھوڑدی تھیں یعنی لالچ، دولت اور شہرت، مگر غور کریں تو یہ تینوں چیزیں دراصل ایک ہی ہیں۔ اسی طرح جب اصلیت اور حقیقت کا سُورج چمکتا ہے تو بنی نوعِ انسان کی کائنات اور حقیقت ایک بن جاتے ہیں اور یہ سب ایک ہی حقیقت کے مظاہر نظر آتے ہیں۔ بابا اس لیے بھیک مانگ رہے تھے کہ وہ دُوسروں کو کھلانے کا شوق رکھتے تھے اور ایسا کرنے سے سب طبقوں کے لوگوں میں پریم کی بھاؤنا بڑھ جاتی تھی۔

کے سفر میں امداد پہنچائیں۔ جہاں بھی کہیں کوئی مشکل یا خطرہ یا سفر میں کوئی اندیشہ ہوتا تو بابا شرڈی سے جانے کی اجازت نہیں دیتے یا شرائط عائد کر دیتے۔

تاتیا کوتے پاٹل کو کیسے سفر میں مُشکل پیش آئی

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ تاتیا کوتے جلدی میں آئے اور بابا سے عرض کیا کہ مجھے کوپر گاؤں بازار جانا ہے۔ بابا نے کہا تاتیا جلدی مت کرو۔ اگر اب جانا ہی ہے تو اپنے ساتھ مادھوراؤ دیش پانڈے کو لے جاؤ۔ تاتیا نے بابا کی بات کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیا اور چل دیا۔ ساول کنویں کے پاس پہنچ کر وہ ٹانگے کے گھوڑوں کو تیز دوڑانے لگا جس سے وہ گر گیا اور اُسے چوٹ آئی۔ ایسا ہی حادثہ تاتیا کو اُس وقت پیش آیا جب وہ بابا کی اجازت کے بغیر کولہار گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔

ایک یورپی باشندے کی شرڈی میں آمد

ایک دفعہ ایک یورپی سیاح بابا سے ملنے کے لیے شرڈی آیا۔ نانا صاحب چاندورکر کی چٹھی بھی اس کے ساتھ تھی۔ اس کے رہنے کا انتظام کیا گیا۔ اُس کی خواہش تھی کہ وہ بابا کے ہاتھ چومے اور اُن کے قدموں میں اپنا سر رکھے۔ اُس نے تین دفعہ مسجد کی سڑھیوں پر چڑھنے کی تمنا کی تا کہ وہ بابا سے مل سکے لیکن بابا نے اُس سے ملنے سے انکار کرتے ہوئے اُس سے کہا۔

"باہر صحن میں ہی بیٹھئے"۔ بابا کی بات سن کر یوروپی سیاح نے کچھ ناراضگی ظاہر کی اور بابا سے کہا کہ اُسے جانے کی اجازت دیجئے۔ بابا نے اُسے دوسرے دن جانے کے لیے کہا۔ باقی جو بھگت بابا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اُنھوں نے بھی اس یورپی سیاح کو جانے سے منع کیا۔ اس کے باوجود اس یوروپی سیاح نے تانگہ کیا اور شرڈی سے روانہ ہوا۔ جب وہ ساول کنویں کے پاس پہنچا تو سامنے سے کوئی سائیکل سوار آگیا جسے دیکھ کر

باب چہارم

شرڈی یاترا کی خُصوصیات

شرڈی ریہاتااور نیم گاؤں کے درمیان برابر فاصلے پر واقع ہے۔ بابا عمر بھر ان حدود سے آگے نہیں گئے۔ انھوں نے کبھی ریل گاڑی نہیں دیکھی اور نہ اُس سے سفر کیا۔ اس کے باوجود انھیں ریلوں کے آنے جانے کا وقت معلوم ہوتا تھا۔ جاتے ہوئے جو لوگ بابا کے مشورے پر عمل کرتے انھیں فائدہ ہوتا جو انھیں نظر انداز کرتے وہ نقصان اُٹھاتے۔

بابا فرماتے تھے آدمی چاہے پیدل سفر کرے یا سواری میں پر زندگی برقرار رکھنے کے لیے روٹی میسر ہونا لازمی ہے۔ انسان اگر ایک ہی منزل اختیار کرے تو چاہے اُسے دُور بھی جانا ہو تو تھکاوٹ سے چور نہیں ہوگا۔ (منزل مُتعین نہ ہونے کی وجہ سے آدمی ادھر اُدھر کی راہ اختیار کرتا ہے تو نہ کہیں منزل ہی ملتی ہے اور نہ ہی کوئی مقصد حاصل ہوتا ہے) خواہ مخواہ خود کو تھکا کر برباد ہی کرتا ہے۔

شرڈی میں جانے اور آنے والے یاتریوں کے لیے یہ بہت ضروری تھا کہ وہ بابا کے حکم کی تعمیل کریں۔ اگر وہ بابا کی اجازت کے بغیر جاتے تو اُن کو کسی نہ کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا، لیکن اگر وہ بابا کی اجازت لے کر شرڈی سے جاتے تو اُن کو سفر میں کوئی مشکل پیش نہ آتی۔

بابا کو 1908ء کے بعد روزانہ ہزاروں لوگوں سے رابطہ پڑا کرتا تھا۔ اُن کے خیال میں بس ایک ہی بات ہوتی کہ وہ کس قدر اور کہاں تک اپنے معتقدین یعنی بھگتوں کو اُن